ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

الأدب المفرد کی عربی شرح فضل اللہ الصمد: تجزیاتی مطالعہ

Fadl Allah al-Samad, an Arabic Commentary on al-Adab al-Mufrad: An Analytical Study

Hafiza Kashaf Fatima
M.Phil Scholar, Department of Arabic & Islamic Studies, GCUF.
Email: kashfk698@gmail.com

Dr. Yasir Arfat*
Associate Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, GCUF.
*Email of corresponding author: yasirawan@gcuf.edu.pk

Received: 5/8/2026 **Peer-reviewed:** 26/8/2026 **Accepted:** 7/9/2026
Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/article/view/4847

Abstract:
This study examines Fadl Allah al-Samad fi Tawdih al-Adab al-Mufrad, the Arabic commentary written by Mawlana Fadl Allah Jilani on Imam al-Bukhari's al-Adab al-Mufrad. Using a qualitative and analytical method, the article introduces the commentator's scholarly background, explains the circumstances and objectives of the work, and evaluates its structure, sources, and interpretive procedures. The analysis shows that Jilani adopted a multidimensional methodology combining editorial organization, hadith criticism, linguistic explanation, analytical interpretation, juristic inference, textual reconciliation, and moral instruction. He frequently identifies narrators, traces traditions to sources, discusses variant meanings, explains grammatical and rhetorical features, cites Qur'anic verses, Prophetic traditions, reports of early authorities, scholarly opinions, and Arabic poetry, and derives legal and ethical lessons from the texts. The commentary is distinguished by its systematic arrangement, indexes, accessible style, balanced detail, and engagement with earlier scholarship. The study also identifies certain aspects that could be further strengthened in a future critical edition. These include providing more comprehensive bibliographical references, ensuring greater consistency in the treatment of narrators and traditions, explicitly indicating the grading of hadith reports where necessary, accurately attributing poetic and linguistic citations, and maintaining greater uniformity in the length and depth of explanations. Careful attention to these aspects by a future editor or researcher would further enhance the scholarly precision, accessibility, and academic value of the commentary. Nevertheless, even in its present form, the work remains a valuable contribution to Arabic hadith commentary and reflects the significant role of South Asian scholars in preserving, explaining, and transmitting the Prophetic ethical tradition.

Keywords: al-Adab al-Mufrad, Fadl Allah al-Samad, Fadl Allah Jilani, Hadith Commentary, Hadith Explanation Methodology, Islamic Ethics, South Asian Hadith Scholarship

تعارف

روزِ اوّل ہی سے خالقِ لم یزل نے نوعِ انسانی کی رہنمائی کے لیے "اِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى"۔[1] کا دلنواز اور ہمہ گیر پیغام ارشاد فرمایا۔ ربِّ کائنات نے اشرفُ المخلوقات کی رشد وہدایت کے لیے مختلف اور متنوع ذرائع عطا کیے، جن میں وحی، نبوت اور تعلیمِ الٰہی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلۂ ہدایت کا آغاز ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور یہ قافلہ مفخر الانبیاء، خاتمُ النبیین حضرت محمد ﷺ پر آکر مکمل ہوا۔ فخر الموجودات ﷺ نے امتِ مسلمہ کو قرآن وسنت کی صورت میں علم وحکمت کا ایسا دائمی سرچشمہ عطا فرمایا جو ہر دور میں ہدایت، اصلاح اور فکری رہنمائی کا ضامن رہا۔ امتِ مسلمہ نے بھی اس عظیم امانت کی حفاظت، تدوین اور روایت کا حق نہایت ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ ادا کیا، اور ہر نسل نے اس علمی تراث کو اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کیا۔ یوں "فليبلّغ الشاہد الغائب"[2] کا عملی مظہر کتبِ حدیث اور ان کی شروح کی شکل میں سامنے آیا۔

امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ کی تالیف الأدب المفرد اسلامی اخلاق، معاشرت اور انسانی آداب کا اہم حدیثی مجموعہ ہے۔ اس کی علمی مقبولیت کے باعث مختلف ادوار میں اہلِ علم نے اس کی تحقیق وتوضیح کی۔ انہی کاوشوں میں مولانا فضل اللہ جیلانیؒ کی عربی شرح فضل اللہ الصمد في توضيح الأدب المفرد نمایاں مقام رکھتی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں شارح کے علمی پس منظر، شرح کے تعارف، مقاصد، علمی مقام، منہجِ تالیف، محاسن اور قابلِ تکمیل پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

احوالِ حیات وآثارِ علمیہ:

کسی علمی شخصیت کی فکری تشکیل میں خاندانی وراثت، دینی ماحول اور اساتذہ کی تربیت بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ مولانا فضل اللہ جیلانیؒ کی شخصیت بھی ایسے علمی وروحانی ماحول میں پروان چڑھی جس نے ان کے حدیثی ذوق اور تصنیفی مزاج کو مستحکم کیا۔

مولانا فضل اللہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپریل ۱۹۰۲ھ میں مونگیر (بہار) میں پیدا ہوئے۔ مولانا کے خاندان کے بارے میں "ہمہ خاندان آفتاب است" کہنا پورے طور پر صادق آتا ہے[3]۔ آپ کے دادا مولانا محمد علی مونگیری حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی کے تربیت یافتہ اور خلیفۂ مجاز تھے، جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کے بڑے کام لیے، جن میں عیسائیت اور قادیانیت کے خلاف علمی جدوجہد اور دفاعِ اسلام شامل ہیں، جبکہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ان کے علمی فیض کی ایک روشن یادگار ہے۔ اسی طرح آپ کے والد مولانا احمد علی صاحب بھی غیرتِ ایمانی اور حمیتِ دینی کے پیکر تھے، جنہوں نے اپنے والد کے شانہ بشانہ دفاعِ اسلام اور ندوۃ العلماء کی تحریک میں مؤثر کردار ادا کیا، مگر افسوس کہ وہ عنفوانِ شباب ہی میں ۱۳۱۱ھ میں وفات پا گئے۔ اور آپ کے چچا مولانا منت اللہ رحمانی، چچازاد بھائی مولانا محمد ولی رحمانی کا شمار بھی اپنے عہد کے ممتاز اہلِ علم میں ہوتا ہے۔ ان سبھی حضرات کی علمی وملّی خدمات کے اعتراف میں شیخوپورہ نامی علاقہ انہیں دیا گیا۔[4]

---

[1] سورہ طٰہٰ:123

[2] بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب، حدیث نمبر: 104

[3] ندوی، مولانا فیروز اختر، ہندوستان اور علمِ حدیث تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں، اعظم گڑھ ہندوستان، مرکز الشیخ ابن الحسن الندوی، 1433ھ، ص:198

[4] ندوی، مولانا فیروز اختر، ہندوستان اور علمِ حدیث تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں، ص:199

کم سنی میں والد کے انتقال کے بعد آپ کے دادا مولانا محمدؒ علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں آپ کی پرورش ہوئی جنہوں نے آپ کی ظاہری تربیت کے ساتھ ساتھ باطنی تربیت پر بھی بھرپور توجّہ دی۔ آپؒ نے محدّثِ کبیر مولانا مفتی عبد اللّطیف صاحب رحمانیؒ کی زیرِ نگرانی اعلٰی تعلیم کے مراحل طے کیے۔ اور اسی کے ساتھ شیخِ وقت مولانا محمدؒ علی مونگیری کی صحبت نے آپ کی ظاہری و باطنی قوّتوں کو ایسی جلا بخشی کہ جلد ہی آپ علم و سلوک کے اعلٰی مدارج کو پہنچ گئے۔[5] آپؒ کا نکاح آپ کے شیخ مولانا مفتی عبد اللّطیف صاحب رحمانیؒ کی صاحبزادی سے ۱۷ سال کی عمر میں ہوا۔[6] شیخ عبد الفتّاح ابو غدہ فرماتے ہیں کہ شیخ فضل اللہ جیلانی نے مجھے اپنے گھر مدعو کیا اور اپنے بعض ذاتی احوال کے بارے میں بتایا: کہ ان کی پانچ بیٹیاں ہیں کوئی نرینہ اولاد نہیں۔ ان کی ایک بیٹی کا نام حنیفہ ہے جو فقیہہ ہے اور اس نے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ پر ایک عمدہ کتاب تصنیف کی ہے جس کا مخطوطہ انہوں نے مجھے دکھایا۔[7] اسی طرح ان کی بڑی صاحبزادی ڈاکٹر رؤفہ اقبال ہے جنہوں نے غزواتِ نبوی پر ایک کتاب لکھی جو علی گڑھ سے شائع ہوئی۔ آپ علم و فضل، تقویٰ، شرافت، حسنِ اخلاق اور تواضع میں نمونۂ سلف تھے۔ علمی استعداد، محنت اور خوش اخلاقی کے باعث اہلِ علم اور عام لوگوں میں یکساں مقبول تھے۔[8]

> وقد لمست من الشيخ رحمه الله تعالى في زياراتي له او زياراته لي عالما، عاقلا وفاضلا جليلا مع الخلق الحسن الأدب الرّفيع والتواضع الجم۔[9]
>
> شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے انہیں صاحبِ علم و عقل، بلند پایہ فاضل، خوش اخلاق اور غیر معمولی متواضع عالم قرار دیا۔

علمی خدمات: تدریس و تصنیف

مولانا فضل اللہ جیلانیؒ طویل عرصہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے شعبۂ دینیات میں نائب پروفیسر رہے اور تفسیرِ قرآن کی تدریس انجام دیتے رہے۔ کتاب و سنت سے ان کا تعلق گہرا تھا، خصوصاً صحیح بخاری سے خاص شغف رکھتے تھے۔ تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا اور وہ دار العلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے رکن بھی رہے۔[10]

مولانا کی عربی و اردو تصانیف حدیث، سیرت، تاریخ اور اسلامی تہذیب سے متعلق ان کے وسیع مطالعے کی عکاسی کرتی ہیں۔ اہم علمی خدمات یہ ہیں:

- فضل الله الصمد في توضيح الأدب المفرد یہ امام بخاریؒ کی کتاب الأدب المفرد کی مفصل عربی شرح ہے جو مولانا کی معروف اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔

---

[5] ندوی، مولانا فیروز اختر، ہندوستان اور علمِ حدیث تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں، ص:200

[6] ایضاً، ص:200

[7] فضل الله جيلانى ، فضل الله الصّمد فى توضيح الأدب المفرد (ترجمة الشارح)، بيروت لبنان ، دار الكتب العلميه ،1436ھ، ج1 ،ص:8

[8] ندوی، مولانا فیروز اختر، ہندوستان اور علمِ حدیث تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں، ص:201

[9] فضل الله جيلانى ، فضل الله الصّمد فى توضيح الأدب المفرد(ترجمة الشارح) ، ج1، ص:8

[10] ندوی، مولانا فیروز اختر، ہندوستان اور علمِ حدیث تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں، ص:201

- حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی سوانح پر مشتمل کتاب اردو میں تحریر کی جس میں اسلامی تجارت کے اصولوں کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔
- ان کی علمی روایت اگلی نسل تک منتقل ہوئی؛ ڈاکٹر حنیفہ کا فقہِ عبد اللہ بن مسعودؓ پر تحقیقی کام اور ڈاکٹر رؤفہ اقبال کی غزواتِ نبوی ﷺ پر تصنیف اسی خانوادۂ علم کی نمائندگی کرتی ہیں۔[11]

ریاض میں ایک کار حادثے کے بعد وہ علی گڑھ میں اپنی صاحبزادی ڈاکٹر رؤفہ اقبال کے ہاں زیرِ علاج رہے اور جمادی الاولیٰ 1399ھ / 1979ء میں وفات پائی۔[12]

تعارفِ شرح:

علمِ حدیث میں ان تالیفات کو خاص اہمیت حاصل ہے جو محض روایت کے بیان تک محدود نہ ہوں بلکہ ان کے معانی و مطالب کو واضح کرتے ہوئے عملی زندگی سے ان کا ربط بھی قائم کریں۔ اسی سلسلے کی ایک وقیع کاوش "فضل الله الصّمد في توضيح الأدب المفرد" امام بخاریؒ کی معروف تصنیف "الأدب المفرد" کی شرح ہے، جس میں اسلامی اخلاقیات، معاشرتی اقدار اور آدابِ زندگی سے متعلق احادیث کی شرح کو حتّی المقدور منظم اور مدلّل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی افادیت میں اضافہ اس کی محققانہ تدوین سے بھی ہوتا ہے، جسے احمد شمس الدین نے جدید اصولِ تحقیق کے مطابق مرتب کیا ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل یہ تالیف (1328 صفحات)، دار الكتب العلميه، بیروت سے 2022ء (1443ھ) میں تیسرے ایڈیشن (دو رنگوں) میں شائع ہوئی۔ مؤلّف نے اپنی اس شرح کا نام "فضل الله الصمد في توضيح الأدب المفرد" خود متعین کرتے ہوئے اس کی غرض و غایت کے بارے مقدمہ میں لکھا کہ "میں نے اس کا نام فضل الله الصمد فی توضیح الأدب المفرد رکھا، اس اللہ سے امید رکھتے ہوئے جو دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے کہ وہ اپنے فضل سے اس کے لئے بھی کچھ حصہ مقرّر فرمائے"۔[13]

مؤلّف نے مقدّمۂ کتاب میں سببِ تالیف کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا:

> ولما لم يكن له شرح يكشف عن غامض معانيه الدقيقة،ويسهل فهم مطالبه العميقة، مع تنوع أحاديثه الحاوية للمعاني الغزيرة، وتشعب مباحثه المتضمنة للفوائد الكثيرة، انتصبت لسد هذا الفراغ المجحف وألزمت نفسي أن أكتب عليه ما يسهل به المرام، ويكشف عن وجوه مخدراته اللثام۔[14]

> مؤلف کے مطابق الأدب المفرد کے دقیق معانی، متنوع احادیث اور وسیع مباحث کو واضح کرنے والی مستقل شرح موجود نہ تھی۔ اس علمی خلا کو پُر کرنے، مطالب تک رسائی آسان بنانے اور کتاب کے پوشیدہ فوائد نمایاں کرنے کے لیے انہوں نے یہ شرح لکھی۔

---

11 ندوی، مولانا فیروز اختر، ہندوستان اور علمِ حدیث تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں، ص:202

12 ایضاً، ص:202

13 فضل الله جيلانی ، فضل الله الصّمد فی توضیح الأدب المفرد (مقدّمة الشارح)، ج1، ص:38

14 ایضاً ، ج1 ، ص:32

مقاصدِ تالیف:

مقدمۂ شرح میں مؤلف نے تالیف کے چار بنیادی مقاصد بیان کیے:

1. أولاهن : التيمن بسيدنا محمد رسول الله ﷺ بذكر أسوته المباركة وآدابه النافعة والتشرف بخدمةسنته وبالصلاة عليه لعل الله يحشرني في زمرة أولئك السعداء [15]

اوّل: سیرت و آدابِ نبوی ﷺ کے ذکر، خدمتِ سنت اور درود و سلام سے برکت اور صالحین کی معیت کی امید۔

2. ثانيها : الأخذ والتأسي بهذا العلم النافع لعل الله يغفر لي خطيئتي يوم الدين ويدخلني جنة النعيم.[16]

دوم: اس نافع علم سے عملی استفادہ اور آخرت میں مغفرت و نجات کی طلب۔

3. ثالثها: أن أبرز لإخواننا المسلمين نسخة هذا الكتاب صحيحة سليمة من العيون بقدر ما يسعه جهدي لعل دعوة أحد منهم تبلغني فأنتفع بها .[17]

سوم: مسلمانوں کے لیے حتی المقدور درست، قابلِ اعتماد اور اغلاط سے پاک متن پیش کرنا۔

4. ورابعها : أن أضع للناشرين مثالاً يهتدون به إذا حدثتهم أنفسهم أن يطبعوا كتاباً من كتب أسلافنا الكرام، فإنهم يقدمونها في منظر مشوه وفي ثوب غير الذي يجب أن يخرج فيه .[18]

چہارم: ناشرین کو اسلاف کی کتب کی معیاری، باوقار اور علمی اشاعت کا نمونہ فراہم کرنا۔

ان مقاصد سے واضح ہے کہ شرح کے پس منظر میں روحانی وابستگی، علمی خدمت، اصلاحِ نفس، خدمتِ طلبہ اور اشاعتی معیار کی بہتری یکجاہیں۔ اس طرح یہ تصنیف محض توضیحِ متن نہیں بلکہ دینی، تحقیقی اور اصلاحی منصوبہ بھی ہے۔

علمی اہمیت اور مقام و مرتبہ:

اس شرح کی اہمیت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ الأدب المفرد کی جامع مستقل شرح تقریباً ایک ہزار برس بعد سامنے آئی۔ اہلِ علم کے مطابق یہ سعادت مولانا فضل اللہ جیلانیؒ کے حصے میں آئی، جنہوں نے تقریباً چالیس برس محنت کی اور مختلف ممالک کے کتب خانوں سے الأدب المفرد کے متعدد نسخے حاصل کرکے ان کا تقابلی مطالعہ کیا۔[19]

بدر الدین علوی نے مقدمۂ کتاب میں اس شرح کے بارے میں متعدد اہلِ علم کی آراء جمع کی ہیں۔ چند ذیل میں مذکور ہیں:

مولانا سید ابو الحسن علی لکھنوی فرماتے ہیں: " انہوں نے اپنی شرح میں بڑے محدثین کے طریقے کو اختیار کیا ہے، جس میں مشکل امور کو واضح کرنا، اہم نکات کی توضیح، مجمل بات کی تفصیل، غریب الفاظ کی شرح، اسناد کی تحقیق، رواۃ پر گفتگو، فقہاء کے اختلافات کو ذکر کرنا، اختلاف کو دور کرنا، اقوال کے درمیان منصفانہ موازنہ کرنا اور بعض کو بعض پر ترجیح دینا شامل ہے۔ ان مباحث میں ان کا کلام ان کے وسیع علم، مستند مراجع کی طرف کثرتِ رجوع، نقل میں مہارت کی دلیل ہے۔ اور انہوں نے ان مشکلات کو بھی واضح

---

[15] فضل الله جيلانى ، فضل الله الصّمد فى توضيح الأدب المفرد (مقدّمة الشارح)،ج1 ، ص:38

[16] ایضاً، ج1، ص:38

[17] ایضاً، ،ج1 ، ص:38

[18] ایضاً، ج1، ص:38

[19] ندوی، مولانا فیروز اختر، ہندوستان اور علم حدیث تیرہویں چودھویں صدی ہجری میں، ص:204

کیا ہے جو طالبِ حدیث یا قاری کو اس کتاب میں پیش آسکتی ہیں اور جن کے لیے شرح کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کام صرف ایک ماہر استاد ہی کر سکتا ہے، جس نے طویل عرصہ تدریس کی ہو، طلبہ کی ذہنی سطح کو پرکھا ہو، اور مباحث علمیہ میں ان کی قابلیت کو جانتا ہو"۔[20]

مولانا سید محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں: "انہوں نے سلف صالحین اور متاخرین علماء کے بہترین اقوال کو نہایت خوبصورتی سے نقل کیا ہے، اور اسناد و رجال کے بارے میں جید ائمہ کے اقوال کو عمدگی سے پیش کیا ہے۔ جہاں تک متنِ حدیث کا تعلق ہے، تو انہوں نے اس کی تخریج کی، نحوی ترکیب بیان کی، ادبی نکات، لغوی غرائب، اخلاقی مسائل، لطائف اور حکمتوں کو نہایت کامل انداز میں واضح کیا۔ ان کے سامنے مخصوص موضوعات پر لکھی گئی کتب موجود تھیں، جن سے انہوں نے ضرورت کے مطابق استفادہ کیا، اور سلف کے نادر اقوال کو بہترین اسلوب میں پیش کیا"۔[21]

مولانا سید مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں: "انہوں نے وہ تمام امور پورے کیے جن کا لحاظ ایک شارحِ حدیث کو رکھنا چاہیے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کیا، یہاں تک کہ اسّی (80) فہارس مرتب کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی متن پر اتنی توجہ اور محنت نہیں کی گئی جتنی اس متن پر کی گئی ہے۔ رہی اس کی اشاعت، تو یہ اشاعتی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس شرح کو شائع کریں اور عام کریں"۔[22]

ان چنیدہ آراء اور دیگر اہل علم کی آراء سے شرح کی درج ذیل نمایاں خصوصیات سامنے آتی ہیں:

- روایت و درایت کو جمع کرنے والی جامع اور منظم شرح،
- متن، اسناد، رجال اور اختلافی اقوال کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ،
- ابواب، موضوعات، رواۃ اور فہارس کی ایسی تنظیم جو قاری کے لیے مراجعت آسان بناتی ہے،
- تفصیل اور اختصار کے درمیان عمومی اعتدال، اگرچہ بعض مقامات پر تفاوت موجود ہے۔

جدید ایڈیشن کے محقق احمد شمس الدین نے شرح کے محاسن کے ساتھ علامہ البانی کی بعض تنقیدات بھی نقل کی ہیں۔ ان کے مطابق متعدد روایات پر صحت و ضعف کا واضح حکم نہیں لگایا گیا، بعض تخریجات میں اصل مصادر کے بجائے ثانوی مراجع پر اعتماد ہوا، اور کہیں موقوف و مرفوع یا نسبتِ روایت میں تسامح پایا گیا۔

- شارح نے بہت سی احادیث کے بارے میں سکوت اختیار کیا اور ان کی صحت یا ضعف کی صراحت نہیں کی۔
- بعض احادیث کو غیر شیخین یعنی بخاری و مسلم کے علاوہ محدّثین کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ وہ احادیث صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔
- بعض روایات کو ایسے راویوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جنہوں نے درحقیقت صرف اس کا ایک حصہ روایت کیا ہے۔
- بعض موقوف روایات کو مرفوع قرار دے دیا گیا، حالانکہ ان کا مرفوع ہونا ضعیف تھا۔

[20] فضل اللہ جیلانی ، فضل اللہ الصّمد فی توضیح الأدب المفرد ، ج1،ص: 24

[21] ایضاً، ص: 25

[22] فضل اللہ جیلانی، فضل اللہ الصّمد فی توضیح الأدب المفرد ، ج1،ص: 25

بعض مقامات پر لسانی یا متنی اغلاط سے معنی متاثر ہوا ہے۔ علامہ البانی نے اسے اصل مصادر کی طرف ناکافی رجوع کا نتیجہ قرار دیا؛ تاہم احمد شمس الدین نے ان نقائص کے باوجود شرح کی مجموعی علمی افادیت اور خدمتِ حدیث کی قدر و قیمت کو تسلیم کیا ہے۔[23]

طباعت و اشاعت:

شرح "فضل الله الصمد فی توضیح الأدب المفرد" کی طباعتی و اشاعتی تاریخ کے بارے میں دستیاب معلومات محدود ہیں، تاہم موجودہ مطبوعہ نسخوں اور مقدمہ کتاب کے مطالعے سے اس کے ارتقائی مراحل کے بعض اہم پہلو سامنے آتے ہیں۔ مقدمۂ کتاب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مؤلف نے اس شرح کی تیاری میں نہایت دقیق علمی منہج اختیار کیا۔ انہوں نے مختلف ممالک سے امام بخاریؒ کی کتاب "الأدب المفرد" کے متعدد نسخے (مخطوطات و مطبوعات) جمع کیے، ان کا تقابلی مطالعہ کیا، اور احادیث کے متون و اسانید کی باریک بینی سے تحقیق و تنقیح کی۔ اس کے بعد انہوں نے متن کو تصحیح اور علمی تدوین کے عمل سے گزار کر اسے اشاعت کے لیے تیار کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تالیف محض ایک عام توضیح یا شرح نہیں ہے بلکہ یہ ایک تحقیقی و تنقیحی علمی کام ہے جو متعدد مراحل سے گزر کر اپنی موجودہ مرتّب صورت تک پہنچا ہے۔

جہاں تک اس کی طباعت کے تسلسل کا تعلق ہے، تو اس کے ابتدائی مطبوعہ ایڈیشنز کے سنین اور ناشرین کے بارے میں مکمل اور واضح معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ تاہم دستیاب شواہد کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ شرح مختلف ادوار میں تدریجاً شائع ہوتی رہی اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں علمی نظر ثانی اور تدوین کا عمل بھی جاری رہا۔ اس وقت اس کے دو اہم ایڈیشنز تک رسائی ممکن ہے: اس کا ایک قدیم ایڈیشن قاہرہ (مصر) میں المطبعة السلفيه ومكتبتها کے تحت شائع ہوا، جس کی طباعت ایک معزز شخصیت حاجی یوسف زینل علی رضا کی مالی کفالت سے عمل میں آئی۔ یہ نسخہ 1378ھ میں شائع ہوا اور آج بھی آن لائن دستیاب ہے۔

جدید تحقیقی ایڈیشن احمد شمس الدین کی تحقیق و تدوین کے ساتھ دار الکتب العلمیہ، بیروت سے 1443ھ/2022ء میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن میں جدید تحقیقی اصولوں کے مطابق متن اور حواشی کی تنظیم نو کی گئی ہے۔[24]

3۔ منہج تالیف کا تجزیاتی مطالعہ

شرح کا منہج متعدد علمی جہات کا جامع ہے۔ شارح نے توضیحِ حدیث، تحقیقِ روایت، تحلیلِ متن، استدلال، فقہی استنباط اور اخلاقی تربیت کو باہم مربوط کیا۔ اس کے بنیادی مناہج یہ ہیں:

- منہج فنّی و تدوینی
- منہج تحقیقِ حدیث
- منہج تجزیاتی
- منہج استدلالی
- منہج استنباطی

[23] فضل الله جیلانی ، فضل الله الصّمد فی توضیح الأدب المفرد ،ج1 ، ص:4-6

[24] أیضاً

- منہج تربیتی واخلاقی

ان مناہج کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

منہج فنّی وتدوینی:

اس منہج میں مواد کی ترتیب، مباحث کی تقسیم، عنوان بندی، حواشی اور اسلوبِ پیش کش کو منظم کرکے شرح کو فنی اور تدوینی وحدت دی گئی ہے۔

اسلوبِ تدوین وتنظیم:

شارح عموماً حدیث کو مکمل سند کے ساتھ نقل کرتے، متعلقہ مصادر کی طرف رہنمائی دیتے اور پھر ضرورت کے مطابق ترجمۃ الباب، رواۃ اور متن کی وضاحت کرتے ہیں۔ اکثر مقامات پر پہلے رجال کا مختصر تعارف اور بعد ازاں مفہومِ حدیث کی شرح آتی ہے۔[25]

شرح حدیث کا اسلوب:

اس شرح میں صاحبِ شرح کا اسلوب دو نمایاں جہات کا حامل ہے کہ ایک طرف زبان وبیان کی سطح پر سادگی، روانی اور اعتدال پایا جاتا ہے، اور دوسری طرف بات کو پیش کرنے میں ایک منظم اور یکساں طرز برقرار رکھا گیا ہے۔ کہ ان کی عبارت علمی ہونے کے باوجود ثقیل یا پیچیدہ نہیں، بلکہ سہل اور قابلِ فہم ہے۔ اسی کے ساتھ شرح کی پیشکش میں ایک مستقل تسلسل برقرار رکھا گیا ہے جو پوری کتاب میں یکساں طور پر جاری رہتا ہے۔ کہ شارح ہر حدیث کو ایک خاص ترتیب میں پیش کرتے ہیں، جس میں روایت کے ذکر سے لے کر اس کی وضاحت تک ایک خاص تسلسل ملحوظ رکھا ہے اور یہ ترتیب ہر جگہ تقریباً ایک جیسی ہے۔ چناچہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اسلوب محض بیان تک محدود نہیں بلکہ تنظیمِ مواد میں بھی نظر آتا ہے، جہاں ایک ہی انداز کے تکرار سے نہ صرف فہم آسان ہوتا ہے بلکہ شرح میں ربط اور ہم آہنگی بھی قائم رہتی ہے۔[26]

حاشیہ نویسی:

اس شرح میں حاشیہ نویسی کو نہایت اہمیت دی گئی ہے، حتیٰ کہ یہ اس کے نمایاں تدوینی اوصاف میں شمار ہوتی ہے۔ اگرچہ شارح اکثر لغوی، علمی اور تشریحی مباحث کو متنِ شرح ہی میں بیان کرتے ہیں، تاہم جہاں کسی اضافی وضاحت، لغوی تحقیق یا تکمیلی علمی فائدے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، وہاں اسے حاشیے میں درج کرتے ہیں۔ اسی طرح تخریجِ حدیث سے متعلق اضافی معلومات، بعض لغوی مصادر سے منقول توضیحات، اور شرح کے دوران بطورِ استشہاد پیش کی جانے والی روایات کی تخریج بھی حواشی میں ذکر کی گئی ہے۔ اس کثرتِ استعمال کے باعث حواشی پوری کتاب کا ایک قابلِ لحاظ حصہ تشکیل دیتے ہیں اور شرح کی علمی افادیت میں نمایاں اضافہ کرتے ہیں۔ نیز جدید مطبوعہ ایڈیشن میں محقق نے بھی حواشی کو مزید مؤثر بنایا ہے۔ چنانچہ متعدد مقامات پر احادیث کے احکام کو علامہ محمد فؤاد عبد الباقیؒ اور دیگر اہلِ علم کے اقوال کی روشنی میں نقل کیا ہے، نیز بعض اضافی تخریجات اور تکمیلی علمی فوائد کو بھی حواشی میں شامل کرکے کتاب کی تحقیقی قدر وقیمت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔[27]

---

[25] فضل الله جيلانى ، فضل الله الصّمد فى توضيح الأدب المفرد ، ج2، ص : 56

[26] ایضاً

[27] ایضاً، ج 1 ، ص : 70

منہج تحقیقِ حدیث:

تحقیقِ حدیث میں شارح نے تخریج، اسناد، رجال اور روایت کی صحت و ضعف سے متعلق مباحث کو بنیادی اہمیت دی ہے۔

تخریجِ حدیث:

احادیث کو مصادر و مراجع کے ساتھ پیش کرنا شارح کا عمومی طریقہ ہے۔ اس سے روایت کی استنادی بنیاد واضح ہوتی ہے۔ جدید محقق نے بعض مقامات پر مزید تخریجات اور محدثین کے احکام شامل کیے، اگرچہ اصل شرح میں ہر روایت پر صریح حکم موجود نہیں۔

ذکرِ اسناد اور بیانِ رجال:

مجموعی طور پر شارح نے اسناد اور رجالِ حدیث کے بیان میں ایک منظم، مسلسل اور تحقیقی منہج اختیار کیا ہے۔ وہ احادیث کو عموماً مکمل سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور سند میں مذکور رواۃ کا تعارف ان کی علمی شناخت کے لیے ضروری معلومات کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جس سے روایت کی استنادی حیثیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ بیشتر مقامات پر تمام رواۃ کا تعارف ذکر کیا گیا ہے، تاہم بعض ایسے رواۃ جن کے ذکر میں تکرار کا پہلو پیدا ہوتا ہے، ان کے حالات کو دوبارہ بیان نہیں کیا گیا۔ اسی طرح بعض اہم رواۃ کے حالات و مراتب کو نسبتاً زیادہ تفصیل سے بھی بیان کیا گیا ہے، جس سے شارح کے اعتدال اور تحقیقی ذوق کا اظہار ہوتا ہے۔

حدیث کی صحّت و ضعف کا بیان:

شارح کے ہاں حدیث کی صحت و ضعف کے بیان کا منہج یہ ہے کہ وہ اس موضوع پر مستقل اور صریح گفتگو کرنے کے بجائے عموماً تخریجِ حدیث، رواۃ کے تعارف یا شرحِ الفاظ کے ضمن میں روایت کی صحت یا ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس طرح وہ روایت کی علمی حیثیت کو بالواسطہ واضح کرتے ہیں، نہ کہ ہر مقام پر مستقل حکم صادر کرتے ہیں۔ البتہ جدید مطبوعہ میں محقق احمد شمس الدین نے ائمۂ حدیث، بالخصوص امام البانی کے احکامِ حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے متعدد مقامات پر احادیث کی صحت و ضعف کے احکام کو صراحت کے ساتھ درج کیا ہے، جس سے شرح کی تحقیقی افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

منہج تجزیاتی

تجزیاتی منہج میں شارح متن کے الفاظ، تراکیب، معانی، مناسبت اور احتمالات کو الگ الگ واضح کر کے حدیث کا مربوط مفہوم متعین کرتے ہیں۔

حدیث کی شرح کا طریقۂ کار

صاحبِ شرح نے مجموعی طور پر احادیث کی تشریح میں تدریجی اور جزوی اسلوب اختیار کیا ہے۔ بعض مقامات پر پورے متن کے ہر ہر جزء کی جداگانہ وضاحت کی ہے جبکہ بعض مواقع پر صرف مخصوص الفاظ یا متعلّقہ جزء کی شرح پر ہی اکتفا کیا ہے جس میں حسبِ ضرورت مختلف علمی مصادر اور فنّی پہلوؤں سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ شارح نے خصوصی طور پر اپنی رائے کو بھی شاملِ بحث کیا ہے۔ اور تمام اہم الفاظ یا اجزاء کو الگ لے کر مختلف پہلوؤں سے ان کے مفہوم و مطلب کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ بسا اوقات اس کے مختلف احتمالات کو بھی بیان کیا ہے مزید بر آں حواشی کے ذریعے متعلّقہ اضافی و ضروری وضاحت بھی کی گئی۔ تو اس مرحلہ وار اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ شارح نے حدیث کی شرح میں ترتیب و جامعیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مفہوم کو واضح کیا ہے۔

مناسبت کا علمی منہج:

ترجمۃ الباب اور حدیث کی مناسبت کا بیان انتخابی ہے۔ شارح جہاں ربط واضح سمجھتے ہیں اسے بیان کرتے ہیں اور جہاں مناسبت کمزور ہو وہاں اس کی صراحت بھی کر دیتے ہیں۔ یہ طریقہ محض التزام کے بجائے علمی تحقیق اور تنقیدی ترجیح کی نمائندگی کرتا ہے۔

لغوی و صرفی تحقیق:

صاحبِ شرح مختلف مقامات پر الفاظ کی ساخت اور معانی پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے اس کے لغوی اور صرفی پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں مثال کے طور پر ترجمۃ الباب کے جزء "الوصیّة"[28] کی لغوی تعریف امام راغب اصفہانی کے مطابق نصیحت کے ساتھ حکم پہنچانے کے معنی میں بیان کی گئی۔ جبکہ اس کے شرعی استعمال کو فتح الباری کے حوالے سے ممنوعات سے اجتناب اور مامورات کی ترغیب کے دائرے میں بیان کیا گیا۔ لہٰذا یہ لغوی تحقیق میں شمار ہے۔ نیز "أحب إلى الله"[29] کا معنی بیان کر کے یہ صراحت کی گئی کہ یہاں اسم تفضیل مطلق فضیلت کے لیے آیا ہے، نہ کہ کسی خاص تقابل کے اعتبار سے۔ اب چونکہ اس مقام پر "أحب" کو اسمِ تفضیل قرار دیا گیا، اور اسمِ تفضیل کا تعلق لفظ کی ساخت اور صیغہ سے ہے اس لئے یہ بحث صرفی دائرہ میں آتی ہے اسی طرح "استزدته"[30] کا معنی یہ بیان کیا کہ "میں نے اس سے سوال میں زیادتی طلب کی" جس سے اس کے صیغہ کے ذریعے طلبِ زیادت کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے، جو کہ بابِ استفعال کی خاصیت ہے۔ لہٰذا یہاں صیغہ اور اس کی معنوی جہت کو سامنے لایا گیا، جس کی بنا پر یہ بھی صرفی تحقیق میں شمار ہے۔ تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ شارح نے جہاں الفاظ کے معانی، تعریف اور استعمال کو واضح کیا وہاں لغوی منہج اختیار کیا، اور جہاں الفاظ کے صیغہ اور ساخت کو بنیاد بنا کر مفہوم کی تعیین کی وہاں صرفی پہلو کو نمایاں کیا، جو اس شرح کے علمی معیارِ تحقیق پر واضح دلیل ہے۔

نحوی و بلاغی تحقیق:

اس شرح میں شارح نے احادیثِ مبارکہ کی تشریح کے ضمن میں نحوی اور بلاغی پہلوؤں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جملوں کی ترکیب اور لفظی و معنوی ساخت کو نہایت مناسب اور با معنی انداز میں بیان کیا ہے مثال کے طور پر حدیثِ مبارکہ کے جزء "علی وقتها"[31] کے تحت یہ وضاحت کی گئی کہ بعض طرق میں "لوقتها" ہے۔ اگرچہ "لام" کبھی "علی" کے معنی میں آتی ہے اور حروفِ جر ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں، اسی طرح بعض مقامات پر اسے "لامِ توقیت یا فی" کے معنی میں بھی لیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ شارح نے یہاں حرفِ جر کے اختلافِ استعمال کو بیان کر کے نحوی پہلو کو واضح کیا ہے۔ اسی طرح "أي"[32] کے بارے میں یہ ذکر کیا کہ یہ تشدید اور تنوین کے ساتھ ہے کیونکہ حکایت میں اسم معرب آیا ہے اور اس کے اعراب و وقف کے طریقے سے متعلق اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لفظ کی ساخت اور اس کے استعمالی

---

[28] فضل الله جیلانی ، فضل الله الصّمد فی توضیح الأدب المفرد ، ج1 ،ص:47

[29] ایضاً، ص:48

[30] ایضاً، ص:50

[31] أیضاً ،ج1 ،ص:48

[32] ایضاً

قواعد پر گفتگو کی گئی ہے، لہٰذا یہ بحث بھی نحوی دائرے سے تعلق رکھتی ہے۔ جب کہ "الوالدین"[33] کے تحت یہ بیان کیا گیا کہ والد اور والدہ دونوں کے لیے مذکر صیغہ کو غالب کر کے استعمال کیا گیا ہے، جیسے "الأبوین" اور "القمرین" وغیرہ، جو عربی بلاغت میں "تغلیب" کے اصول پر مبنی ہے۔ جس کی بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں اسلوبِ کلام میں بلاغی پہلو کو اختیار کیا گیا ہے۔ تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شارح نے بعض مقامات پر نحوی قواعد کے تحت حروف اور اعراب کے استعمال کو واضح کیا جبکہ بعض مقامات پر بلاغی اسلوب کے ذریعے معنی کی وسعت اور اسلوب کی فصاحت کو نمایاں کیا جو اس شرح کی علمی بنیاد کو مضبوط کرتا ہے۔

غیر واضح اور مبہم امور کی توضیح:

غیر واضح اور مبہم امور کی وضاحت اس شرح میں متعدّد مقامات پر پائی جاتی ہے جہاں شارح مختلف اسالیب اختیار کرتے ہوئے ابہام کو دور کرتے ہیں جیسا کہ لغوی اور نحوی تحقیق کے ذریعے الفاظ کے معنٰی متعین کرنا، فقہی استنباط کے ذریعے مسائل کی تشریح بیان کرنا اور بعض مقامات پر عبارت میں پائے جانے والے اجمال، ابہام یا عدمِ تصریح کو حتّی المقدور واضح کرنا۔ تاہم اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک پہلو سے متعلّقہ مثال ملاحظہ ہو کہ حدیثِ مبارکہ کے جزء "قدم رجلان من المشرق"[34] میں مذکور دو اشخاص کی نہ صراحتاً تعیین کی گئی ہے اور نہ ہی ان کی گفتگو کی نوعیت کو واضح کیا گیا ہے کہ روایت میں محض ان کے مشرق سے آنے اور کلام کرنے کا اجمالی ذکر تو ملتا ہے جبکہ ان کی شناخت اور گفتگو کا موضوع اور تفصیل بیان نہیں ہوئی جس سے ابہامِ اشخاص اور ابہامِ کلام کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ شارح نے دیگر روایات کی روشنی میں اس ابہام کو دور کرتے ہوئے ان اشخاص کی تعیین زبرقان اور عمرو بن اھتم کے طور پر کی جو بنی تمیم کے رہنے والے تھے مزید ان کی گفتگو اور مکالمے کی تفصیل یہ بیان کی کہ زبرقان نے اپنی سرداری، قوم میں اپنی حیثیت اور خدمات کو نمایاں کرتے ہوئے فخر کا اظہار کیا جسے سن کر حاضرین حیرت زدہ ہوئے تو اس کے ساتھی عمرو بن اھتم نے ابتداء میں اس کی بات کی تصدیق کی مگر بعد ازاں موقع کی مناسبت سے اس نے زبرقان کی بعض شخصی کمزوریوں کا بھی ذکر کیا تو پھر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں۔

منہجِ استدلالی:

استدلالی منہج میں شارح قرآن، حدیث، آثارِ سلف، اقوالِ علماء، عربی اشعار اور متنوع علمی مصادر سے مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث سے استدلال

قرآن سے استدلال شرح کا نمایاں وصف ہے۔ "الهجرة" کی توضیح میں ہجرت کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے کامل ہجرت کو اس قرآنی وعدے سے مربوط کیا گیا ہے کہ اللہ نے مومنین کی جانیں اور اموال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔[35]

إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُم وَأَموَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ۔[36]

[33] فضل اللہ جیلانی ، فضل اللہ الصّمد فی توضیح الأدب المفرد، ص:49

[34] ایضاً، ج2 ،ص:190

[35] ایضاً، ج1، ص:69

[36] سورة التوبہ:111

اس سے مراد وہ کامل ہجرت ہے جس میں انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اپنے مال، اہل و عیال اور وطن کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایک حدیث کی وضاحت دوسری احادیث سے کرنا بھی شارح کا مستقل طریقہ ہے۔ "الدعاء" کو بندے کی احتیاج، قلبی نیت اور زبانی اظہار کا جامع مفہوم قرار دے کر اس کی تائید "الدعاء مخ العبادة" سے کی گئی ہے۔[38][37] اس سے مختلف نصوص کے باہمی ربط سے مفہوم واضح ہوتا ہے۔

آثار سے استدلال:

آثارِ سلف کو بھی تشریحی دلیل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ "إذا أصبح الضيف محروماً" کے تحت بلا اجازت دوسرے کے مال سے استفادہ نہ کرنے کے اصول کی تائید احادیث و آثار سے کی گئی، خصوصاً سعد بن ابی وقاصؓ کے اس اثر سے کہ انہوں نے بھوک کے باوجود ساتھی کو دوسروں کے سامان سے لینے سے روکا۔[39]

اقوالِ علماء سے استدلال:

فقہاء اور محدثین کے اقوال نصوص کے مفہوم اور ترجیح میں معاون ہیں۔ "أفسدتهم" کی شرح میں سوء ظن، تجسس اور عیوب جوئی کے سماجی نتائج واضح کرنے کے لیے امام طیبی اور امام ابو جعفر طحاوی کی آراء پیش کی گئی ہیں۔[40] اس طرز سے شرح کو علمی استناد اور فکری وسعت ملتی ہے۔

اشعار سے استدلال:

بعض مقامات پر عربی اشعار معنی کی توضیح اور اخلاقی تاثیر کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔ آیت "خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ" میں "عفو" کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے مفسرین کے اقوال کے ساتھ درج ذیل شعر نقل ہوا ہے:

خُذِي العَفْوَ مِنِّي تَسْتَدِيمِي مَوَدَّتِي---وَلَا تَنْطِقِي فِي سُوءَتِي حِينَ أَغْضَبُ[41]

میری طرف سے درگزر اختیار کرو تاکہ میری محبت ہمیشہ قائم رہے اور جب میں غصے میں ہوں تو میری برائیوں کے بارے میں بات نہ کرو۔

متنوّع مصادر علمیہ سے استدلال:

شارح مختلف تخصصی مصادر کو یکجا کر کے حدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مجلس میں آمد و واپسی کے سلام سے متعلق روایت کی شرح میں مشکل الآثار اور مرقاۃ المفاتیح دونوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

عن أبي هريرة قال:قال رسول الله ﷺ : إذا جاء أحدكم المجلس (فليسلم، فإن رجع فليسلم، فإن الأخرى ليست بأحق من الأولى.[42]

---

[37] فضل الله جيلانى ، فضل الله الصّمد فى توضيح الأدب المفرد ،ج2،ص:68

[38] ترمذى ،محمّد بن عيسٰى ،جامع ترمذى ، باب الدّعوات عن رسول الله ، حديث نمبر : 3371،ج2 ، ص: 462

[39] فضل الله جيلانى ، فضل الله الصّمد فى توضيح الأدب المفرد ،ج2،ص:96

[40] ایضاً،ج1 ،ص:299

[41] ایضاً

[42] ایضاً،ج2 ،ص:309

"إذا جاء أحدكم المجلس" سے مجلس میں داخلے سے پہلے سلام اور "فإن الأخرى" سے واپسی کے سلام کی تاکید بیان کی گئی۔ متعدد مصادر کے تقابلی استعمال نے شرح کو زیادہ جامع اور مدلل بنایا ہے۔

منہج استنباطی:

استنباطی منہج میں احادیث سے فقہی مسائل اخذ کر کے مختلف آراء، دلائل، تطبیق اور ترجیح کو منظم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اختلافی فقہی آراء کا بیان:

"ولا تكنوا بكنيتي" کے تحت ابو القاسم کی کنیت اختیار کرنے کے مسئلے میں مختلف فقہی آراء جمع کی گئی ہیں۔ جمہور ممانعت کو منسوخ قرار دے کر جواز کے قائل ہیں، جبکہ ابن ابی جمرہ احتیاطاً عدمِ جواز کی طرف مائل ہیں؛ امام شافعی سے بھی ایک محتاط موقف منقول ہے۔[43]

تعارضِ روایات میں تطبیق و ترجیح:

شارح نے احادیث کی تشریح کے تحت اخذ ہونے والے مسائل میں محض ان کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان میں موجود اختلافی دلائل کے درمیان بظاہر تعارض کو رفع کرتے ہوئے ان میں تطبیق و ترجیح کا اسلوب بھی اختیار کیا ہے مثال کے طور پر حدیثِ مبارکہ کے جزء "وإن صلى قاعدا فصلو قعود ا"[44] کے تحت بنیادی فقہی مسئلہ یہ اخذ کیا گیا کہ امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کا طرزِ عمل کیا ہو گا، آیا وہ بھی بیٹھیں گے یا کھڑے رہیں گے؟ اس مسئلے میں فقہاء کے دو بنیادی موقف ذکر کیے گئے: ایک طرف امام ابو حنیفہ، امام زفر اور امام شافعی ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ امام کے بیٹھنے کی صورت میں مقتدی بھی بیٹھیں گے، جبکہ دوسری طرف امام مالک اور امام محمد اس کو درست نہیں سمجھتے اور اس حکم کو خاص صورت پر محمول کرتے ہیں۔ دونوں فریقوں نے اپنے موقف کے اثبات کے لیے احادیث سے استدلال کیا ہے۔ جواز کے قائلین نے نبی ﷺ کے قول اور عمل سے یہ بات اخذ کی کہ امام کی حالت کے مطابق مقتدی بھی اسی کی پیروی کریں، اور اس کو وہ قیاس کے مطابق بھی سمجھتے ہیں کہ چونکہ بیٹھنا قیام کا بدل ہے، اس لیے بدل اصل کے حکم میں آ جاتا ہے۔ اس کے برعکس عدم جواز کے قائلین بعض روایات کو بنیاد بنا کر یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ مخصوص حالت سے متعلق ہے۔ مزید بر آں اسی مسئلے کے تحت چند دوسری روایات بھی زیرِ بحث آئیں جن سے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ نبی ﷺ کی آخری بیماری میں آپ کے امام یا مقتدی ہونے کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں، یا بعض مواقع پر صحابہ کے کھڑے یا بیٹھنے کی کیفیت واضح طور پر بیان نہیں ہوئی۔ تو اس سے کچھ اشکالات پیدا ہوئے جن کی بنیاد پر اہلِ علم نے یہ وضاحت کی کہ یا تو یہ مختلف واقعات ہیں جن کو بیان بھی کیا گیا، یا ہر روایت ایک خاص حالت کو بیان کر رہی ہے، اس لیے ان میں کوئی حقیقی ٹکراؤ نہیں۔ لہٰذا شارح نے بعض روایات کے بارے میں ضعف یا خاص حالت پر محمول ہونے کا پہلو ذکر کیا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہر روایت کو اس کے عموم پر نہیں لیا جا سکتا۔ کبھی یہ کہ ان سب کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر سمجھا جائے، اور کبھی یہ کہ اصل حکم اپنی جگہ بر قرار رہتا ہے اور اختلاف صرف صورتوں کے فرق کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

---

[43] فضل الله جيلاني ، فضل الله الصّمد في توضيح الأدب المفرد ،ج2 ،ص:167

[44] ايضاً، ص:259

منہج تربیتی واخلاقی:

تربیتی واخلاقی منہج میں احادیث کے عملی اثرات، کردار سازی، تزکیۂ نفس، معاشرتی حقوق اور دعوتی رہنمائی کو نمایاں کیا گیا ہے۔

اخلاقی تعلیمات:

صاحبِ شرح نے اخلاقی تعلیمات کے پہلو کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اکثر و بیشتر احادیث کی تشریح کے ضمن میں اپنے مؤقّف کے تحت حسنِ اخلاق، آدابِ معاشرت اور عمدہ اوصاف سے متعلّق مختلف جہات کو بیان کیا ہے مثال کے طور پر: حدیث کے ایک جزء "قطيعة الرحم "[45] کی تشریح کرتے ہوئے صاحبِ شرح نے سب سے پہلے "الرحم" کے مفہوم کی وضاحت کی اور اسے تمام رشتہ داروں کے لئے عام قرار دیا اس کے بعد اس بات کی طرف توجّہ دلائی کہ رشتہ داروں کے ساتھ تعلق قائم رکھنا شرعاً واجب ہے جبکہ اسے توڑنا ایک بڑا اخلاقی جرم ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے صلہ رحمی کے مختلف درجات بیان کیے، جن میں کم سے کم درجہ سلام وکلام کے ذریعے تعلّق برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا یہاں صاحبِ شرح نے صلہ رحمی کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے صلہ رحمی کو اخلاقی تربیت، سماجی اصلاح اور باہمی تعلقات کی مضبوط بنیاد قرار دیا ہے۔

تربیتی، دعوتی واصلاحی پہلو:

دعوتی واصلاحی پہلو میں "اللهم أصلح لي ديني" کی شرح قابلِ ذکر ہے۔ شارح دین کی اصلاح کو انسان کا اصل سرمایہ قرار دیتے ہیں، دنیا کو جائے عمل اور آخرت کو حقیقی ٹھکانہ بتاتے ہیں۔[46] یوں حدیث کی دعا کو فکری و عملی اصلاح اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

'ولم أستأذن' کی شرح میں بلا اجازت کسی کے گھر داخل ہونے سے اجتناب، دوسروں کے حقوق اور نجی حدود کے احترام کو بنیادی معاشرتی اصول قرار دیا گیا ہے۔ ضرورت و مجبوری کی بعض استثنائی صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں، جس سے اصل حکم اور رخصت کا فرق واضح ہوتا ہے۔[47]

روحانیت پر مبنی پہلو:

"باسمك اللهم أموت وأحيا" کی شرح میں سونے اور بیدار ہونے کو ذکرِ الٰہی سے جوڑا گیا ہے۔ زبان کا ذکر سے تر رہنا اور دل کا غفلت سے محفوظ ہونا روحانی بیداری کی علامت قرار پاتا ہے۔[48] اس طرح شارح ظاہری آداب کو باطنی اصلاح اور تزکیۂ نفس سے مربوط کرتے ہیں۔

تحلیل و تجزیہ:

- منظم ترتیب و فہارس: شرح کی مرحلہ وار تنظیم، موضوعاتی تقسیم اور متنوع فہارس قاری کے لیے مراجعت اور استفادہ آسان بناتی ہیں۔

[45] فضل الله جيلانی ، فضل الله الصّمد فی توضيح الأدب المفرد ،ج1 ،ص:96

[46] ایضاً، ج2،ص:24

[47] ایضاً،ص:352

[48] ایضاً،ص:434

- تخریج اور حکم کا اہتمام: احادیث کی تخریج کے ساتھ بعض مقامات پر ان کے درجہ و حکم کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔
- ربط اور تکرار سے اجتناب: عمومی طور پر عبارت مربوط، رواں اور غیر ضروری تکرار سے پاک ہے۔
- اختلافی اقوال اور ترجیح: شارح مختلف آراء و دلائل جمع کر کے بعض مقامات پر تطبیق یا ترجیح بھی قائم کرتے ہیں۔
- معتدل اسلوب: اکثر مباحث میں مفید تفصیل اور مناسب اختصار کا توازن ملتا ہے، اگرچہ بعض مقامات پر شرح کی مقدار یکساں نہیں۔
- حوالہ جات میں عدمِ تکمیل: متعدد مقامات پر کتاب، جلد اور صفحہ نمبر کی مکمل تفصیل نہیں دی گئی؛ صرف مرقاۃ، مشکل الآثار یا کسی مؤلف کے نام پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جدید تحقیقی معیار کے مطابق مکمل حوالہ ضروری ہے۔ (محقق مذکورہ اہتمام کرتا تو بہتر ہوتا)۔
- مصادر کی غیر جامع نشاندہی: بعض حدیثی، لغوی اور تفسیری مصادر کا ذکر عمومی یا مختصر انداز میں ہے، مثلاً "فتح"، "نووی" یا "الراغب"۔ کتاب اور متعلقہ مقام کی مکمل تعیین شرح کی تحقیقی قدر میں اضافہ کر سکتی ہے۔
- اشعار کی نسبت میں عدمِ صراحت: بعض اشعار شاعر یا اصل ماخذ کی واضح نسبت کے بغیر نقل ہوئے ہیں، جسے مستند حوالہ سے مکمل کیا جانا چاہیے۔
- شرحِ حدیث میں عدمِ توازن: کچھ احادیث کی شرح بہت مفصل اور بعض کی انتہائی مختصر ہے؛ ایک متعین معیار اسلوبی یکسانیت پیدا کر سکتا ہے۔
- تراجمِ رواۃ میں تفاوت: بعض رواۃ کے حالات تفصیل سے اور بعض کے صرف نام ذکر کیے گئے ہیں؛ مختصر مگر یکساں تعارفی معیار زیادہ مفید ہوگا۔
- قواعدِ لغت میں ابہام: لغوی یا نحوی قواعد بیان کیے گئے ہیں، مگر بعض مقامات پر ان کی نسبت مستند کتبِ لغت و نحو کی طرف واضح نہیں۔
- فہارس میں تکمیلی پہلو: متعدد مفید فہارس کے باوجود شرح میں مذکور فقہی مسائل، اقوالِ ائمہ، اشعار، لغوی مباحث اور موضوعاتی فوائد کی الگ جامع فہارس مزید افادیت پیدا کر سکتی ہیں۔

خلاصہ تحقیق:

مجموعی طور پر فضل اللہ الصمد في توضيح الأدب المفرد ایک جامع عربی شرح ہے جس میں روایت و درایت، تخریج و رجال، لغت و نحو، فقہی استنباط، جمع و تطبیق اور اخلاقی تربیت کو مربوط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کی منظم ترتیب، فہارس، متنوع مصادر اور قابلِ فہم اسلوب اسے الأدب المفرد للبخاری کے فہم میں اہم مقام دیتے ہیں۔ ساتھ ہی ناقص حوالہ جاتی تفصیل، تراجم رواۃ میں تفاوت، بعض روایات پر غیر صریح حکم، اشعار و لغوی اقوال کی نامکمل نسبت اور شرح کی مقدار میں عدمِ توازن ایسے پہلو ہیں جن کی تکمیل جدید ایڈیشن کو مزید معیاری بنا سکتی ہے۔ ان حدود کے باوجود یہ تصنیف برصغیر کی عربی حدیثی شرح نگاری اور اخلاقِ نبوی کی علمی تفہیم میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔

References

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ. Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 1422 AH.

Al-Jīlānī, Faḍl Allāh. Faḍl Allāh al-Ṣamad fī Tawḍīḥ al-Adab al-Mufrad. Beirut, Lebanon: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1436 AH.

Al-Nadwī, Fayrūz Akhtar. Hindustān aur ʿIlm-i Ḥadīth Tīrhawīṅ Chaudhuwīṅ Ṣadī Hijrī Mein. Aʿẓamgarh, India: Markaz al-Shaykh Ibn al-Ḥasan al-Nadwī, 1433 AH.

Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. Jāmiʿ al-Tirmidhī. Bāb al-Daʿawāt ʿan Rasūl Allāh, Hadith no. 3371.